تاریخ ادبیات ایران

از

ڈاکٹر رضا زادہ شفق

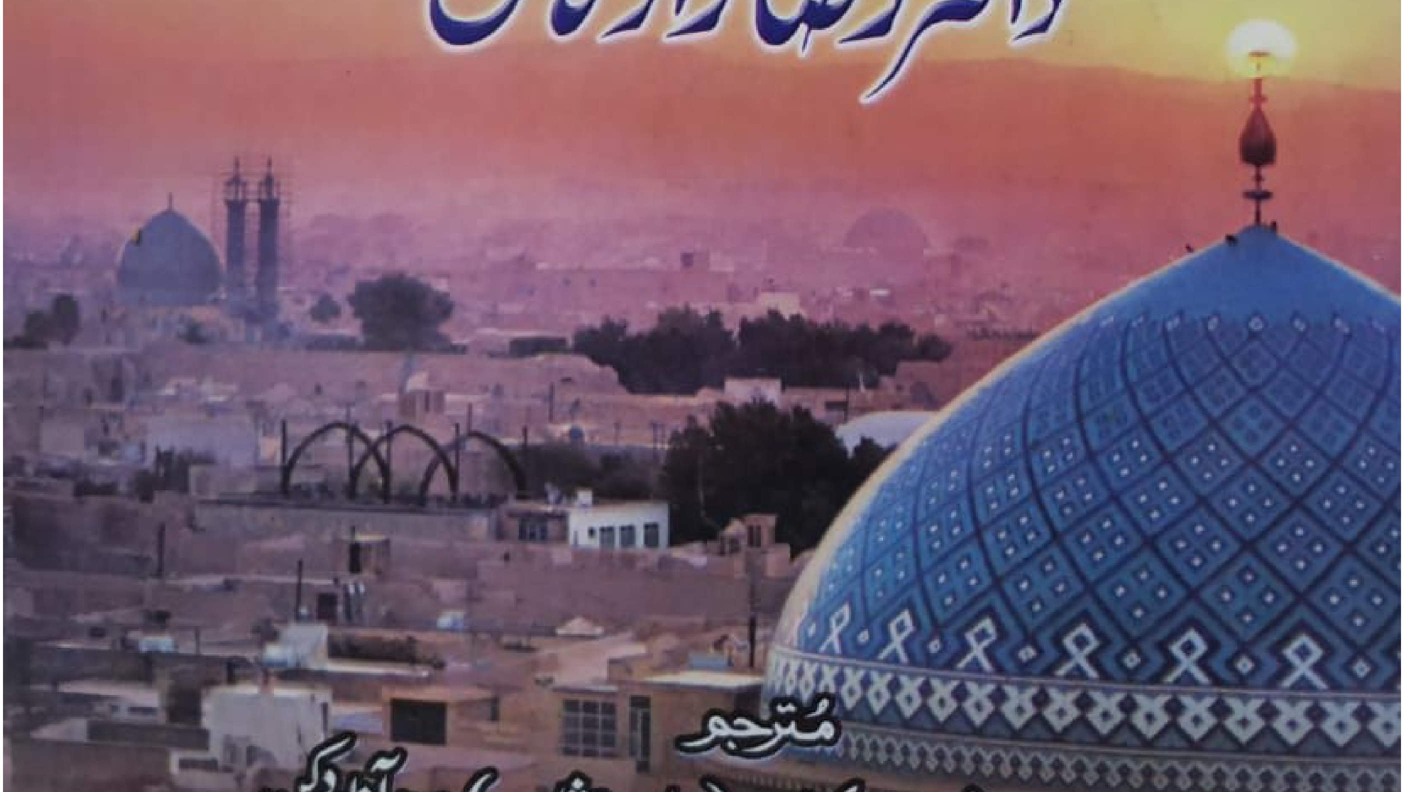

مُترجم

سیّد مبارز الدین رفعت ایم اے (جامعہ عثمانیہ) حیدرآباد دکن

صفوی دور کے ادبی مسائل

صفوی دور کے اہم ادبی مسائل میں سے، ایک اہم مسئلہ فارسی زبان اور فارسی ادب کا ایران کے باہر اور خاص کر ہندوستان میں پھیلنا ہے۔ جیسا کہ ہمیں معلوم ہے ایران کی اصلی زبان قدیم ہندوستان کی زبان سنسکرت کے ساتھ رشتہ رکھتی ہے۔ ان دونوں ملکوں کے قدیم عقائد اور قدیم داستانیں بھی ایک دوسرے سے بہت ملتی جلتی ہیں اور غالباً ان سب کا ماخذ ایک ہی ہے۔

ہندوستان میں فارسی زبان ابتدائی اسلامی صدیوں ہی میں پہنچ چکی تھی۔ کچھ تو ہندوستان میں پارسیوں کی وجہ سے اور کچھ سلطان محمود غزنوی کے حملوں سے۔ غزنویوں اور غوریوں کی سلطنت کے قیام کے بعد سے یہ زبان ہندوستان میں پھیلنے لگی اور مغلوں کی سلطنت قائم ہونے کے بعد تو اوج کمال پر پہنچ گئی۔

ہندوستان میں مغل سلطنت کا بانی مشہور شہنشاہ بابر ہوا ہے۔ بابر کا سلسلہ نسب پانچ واسطوں سے تیمور سے جا ملتا ہے۔ اس نے سنہ ۹۳۲ھ میں پنجاب پر حملہ کیا اور لاہور پر قبضہ کر کے اپنی سلطنت قائم کر لی اور اس کی قائم کی ہوئی یہ سلطنت ہندوستان میں تین سو سال سے سے زیادہ قائم رہی۔

بابر اور اس کا بیٹا ہمایوں اور اس کا پوتا اکبر اور اکبر کا بیٹا جہانگیر اور جہانگیر کے جانشین یہ سب کے سب ایرانی علوم اور ادبیات کے بڑے زبردست سرپرست اور فارسی زبان کے بہت بڑے حامی تھے۔ انہیں فارسی زبان پر بڑا عبور حاصل تھا اور ایرانی سخنوروں کی تصانیف اور اشعار ان کے مطالعہ میں رہتے تھے۔ ان کے دربار کی زبان بھی فارسی تھی اور ان کے دربار میں ایرانی اور فارسی کے ہندی شاعروں اور عالموں کا بہت بڑا مجمع تھا۔ خود ان بادشاہوں نے

فارسی میں شعر کہے ہیں اور فارسی شاعری کی ترقی میں بہت بڑا حصہ لیا ہے۔

نہ صرف فردوسی کے شاہنامہ اور سعدی کی گلستان، حافظ کے دیوان، جامی کی تصانیف اور نثر کی علمی، ادبی اور تاریخی کتابوں جیسے ایرانی استادوں کے شاہکاروں کا مطالعہ ہندوستان میں عام ہو گیا تھا بلکہ بہت سے ایرانی شاعر اور علماء، فضلاء ہندوستان آنے لگے اور ان کی کافی قدر و منزلت کی جانے لگی۔ یہاں انہوں نے کمال فراغت کے ساتھ اپنے نغمے فضا میں بلند کیے۔ بلکہ کہنا چاہیے کہ بہت سے شاعر، عالم، ادیب اور مورخ خود ہندوستان میں پیدا ہوئے اور یہیں انہوں نے فارسی میں شاعری اور تصنیف و تالیف کا کام کیا۔ حد یہ کہ فارسی زبان کے اثر سے ہندوستان کی سب سے اہم زبان اردو زبان عالم وجود میں آئی۔ یہ زبان ہندی، فارسی اور عربی کا مرکب ہے۔ اس زبان میں نظم و نثر دونوں نے فارسی کی طرز اور فارسی کا سبک اختیار کیا اور ہندوستان اور ایران کے شاعر اس زبان میں طبع آزمائی کرنے لگے

اس طرح مشہور شعراء میں، صائب تبریزی، فیضی دکنی[1]، عرفی شیرازی، نظیری نیشاپوری، ظہوری اور خجندی نے ہندوستان میں شہرت حاصل کی، انہوں نے متقدمین کی پیروی کی اور وہ سبک اختیار کیا جو ہندی سبک کے نام سے مشہور ہے۔ اور ایسے اشعار جن کا حال اوپر بیان ہو چکا ہے لکھنے شروع کیے۔ ان کے سوا بے شمار عالم، مصنف، خوش نویس، مصور اور منشی پیدا ہوئے۔ انہوں نے ہندوستان کے بادشاہوں کی سرپرستی میں ایرانی افکار اور ایرانی صنائع کی ترویج میں بہت بڑا حصہ لیا۔

ہندوستان کے مغل بادشاہوں نے خاص طور پر فن تاریخ کو بڑی ترقی دی ہے۔ ان کے زمانے میں عمومی تاریخ اور خاص طور پر ہندوستان کی تاریخ پر بہت سی اہم اور مفید کتابیں فارسی میں تصنیف ہوئیں۔ ان میں سے مثال کے طور پر بعض کتابوں کے نام یہاں پیش کیے جاتے ہیں:

[1] فیضی کی نسبت دکن کی جانب کرنا درست نہیں معلوم ہوتا۔

تاریخ الفی : یہ احمد بن نصر اللہ کی تصنیف ہے اور اسلام کی ایک ہزار سالہ تاریخ ہے۔ اس کتاب میں ۹۹۷ھ تک کے واقعات درج ہیں اور یہ شہنشاہ اکبر کے حکم پر لکھی گئی ہے۔

منتخب التواریخ : یہ محمد یوسف بن شیخ کی تصنیف اور عمومی تاریخ ہے اس میں شہنشاہ شاہجہاں کے جلوس یعنی ۱۰۵۶ھ تک کے واقعات درج ہیں

منتخب التواریخ : یہ عبدالقادر بدایونی کی تصنیف اور ہندوستان کی عمومی تاریخ ہے۔ اس میں شہنشاہ اکبر کے چالیس سالہ دور یعنی ۱۰۰۳ھ تک کے واقعات درج ہیں۔

گلشن ابراہیمی : یا تاریخ فرشتہ۔ محمد قاسم ہندو شاہ فرشتہ استر آبادی کی تصنیف ہے اور اس میں ۱۰۱۵ھ تک کے وقائع درج ہیں۔

اکبر نامہ : ہندوستان میں آل تیمور اور اکبر کی مفصل تاریخ ہے اور اس کا مصنف شہنشاہ اکبر کا دانشمند وزیر ابوالفضل ہے۔ یہ کتاب تین جلدوں میں ہے اور اسی کتاب کی چوتھی جلد کا نام آئین اکبری رکھا ہے۔

اسی طرح اور بھی بہت سی تاریخیں لکھی گئی ہیں جیسے روضۃ الطاہرین، مراۃ العالم مراۃ الصفا، طبقات اکبر شاہی وغیرہ۔

یہاں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ ایران اور ادبیات ایران کے لحاظ سے ان کتابوں کا مطالعہ بہت مفید اور سود مند ہے۔

ہندوستان کے بادشاہوں نے بعض ہندی کتابوں اور مشہور داستانوں کو فارسی میں منتقل کرنے کا انتظام کیا تھا۔ چنانچہ انہی کی سرپرستی میں قصے کہانیوں کی بہت سی کتابیں، مہابھارت اور راماین کی داستانیں فارسی میں ترجمہ ہوئیں

جیساکہ اوپر اشارہ کیا جا چکا ہے فارسی میں ہندی کا سبک ایران کے فارسی سبک کی عین نقل ہے، مگر تکلف اور عبارت آرائی کا شوق ہندوستان میں زیادہ رہا ہے رفتہ رفتہ ہندوستان کے فارسی گو شاعروں نے بعض اور نئے پیچیدہ مضامین بھی وضع کیے اور ایسے

مخصوص الفاظ اور محاورے استعمال کیے جن کا رواج ایران میں نہ تھا۔

اس زمانے میں فارسی ادب نے ایشیائے کوچک اور عثمانی ممالک میں بھی اپنا اثر و نفوذ پیدا کر لیا اور ان ملکوں میں فارسی کا خاصا رواج ہو گیا۔ ان ملکوں میں فارسی کا اثر رومی سلجوقیوں کی سلطنت (۴۷۰ھ - ۷۰۰ھ) کی ابتدا کے ساتھ ساتھ شروع ہوا۔ اور مغلوں کے حملوں میں بہت سے مصنف، عالم، حکیم، شاعر اور عارف جیسے شیخ شہاب الدین سہروردی، نجم الدین رازی، مولانا جلال الدین رومی وغیرہ ان ملکوں میں پناہ گزین ہوئے۔ ان لوگوں کی وجہ سے ان ملکوں میں فارسی ادب کا کافی چرچا ہوا۔ مولانا جلال الدین رومی کے صاحبزادے سلطان ولد عثمانی ادب کے بانیوں میں شمار کیے جاتے ہیں اور آپ کی مثنوی ولد نامہ کی نقل ایک عرصہ دراز تک عثمانی ادب میں ہوتی رہی۔

عثمانی شاعروں اور مصنفوں نے نہ صرف ترکی نظم و نثر میں راست ایرانی زبان کے سبک، اس کی طرز، ترکیب اور معانی کی تقلید شروع کی، ایران کے اُستادوں کے نمونوں کو اپنے سامنے رکھا، اور خاص طور پر عارف شعراء — جیسے مولانا روم، حافظ، اور جامی وغیرہ کے کلام کی پیروی کی بلکہ ان میں سے بعض شاعروں نے خود فارسی میں شعر کہے اور حقیقت یہ ہے کہ فضولی ذو اللسان کی طرح بہت سے اچھے شاعر بھی یہاں پیدا ہوئے۔ عثمانی ادب پر فیضی، عرفی، صائب اور جامی نے بھی کافی اثر ڈالا ہے۔

سلطان محمد، سلطان بایزید اور سلطان سلیم جیسے عثمانی سلاطین اور ان کے جانشین بھی فارسی زبان اور فارسی ادبیات سے خاص لگاؤ اور ذوق رکھتے تھے۔ انہوں نے خود فارسی زبان میں شعر کہے ہیں اور وہ ایرانی شاعروں سے خاص ارادت رکھتے تھے۔ عثمانی مصنفوں میں ضیا پاشا نے فارسی گو شاعروں کا تذکرہ بھی لکھا ہے۔

بارہویں صدی ہجری کے آخر میں ایرانی ادبیات نے پھر زندگی کی ایک نئی کروٹ لی مغلوں کے دور کی طرز اور ہندی سبک پر زوال آنے لگا۔ شاعروں اور مصنفوں نے منوچہری،

عنصری، فرخی، معزی، انوری اور خاقانی جیسے متقدمین کا اتباع شروع کر دیا۔ پیچیدہ مضامین، مضامین کی تکرار اور پُرتکلف عبارتیں لکھنے کا رواج بتدریج کم ہوتا گیا۔ شاعر اور ادیب متین سیدھی سادی اور سلیس نثر اور نظم لکھنے لگے۔ دور از کار تشبیہیں، استعارے اور مضامین نظم سے خارج کیے گئے۔ نثر سے بیجا تکلف، تکرار اور لفاظی دور کی گئی۔ نشاط، قاآنی، قائم مقام اور ان کے دوسرے ہمعصر ادیبوں اور شاعروں نے مصنفوں اور شاعروں کی طرز کو دوبارہ زندہ کیا۔

اس لیے ادبی نقطۂ نظر سے قاچاروں کا دور کچھ کم اہم نہیں تھا۔ اسی دور میں قدیم سبک کو زندہ کیا گیا۔ اور بہت سے عالم اور ادیب اس دور میں پیدا ہوئے۔ علمی اور تاریخی کتابیں بھی کافی لکھی گئیں اور تکملۂ روضۃ الصفا، ناسخ التواریخ، نامۂ دانشوراں، قصص العلماء، مجمع الفصحاء، اور ایسی ہی دوسری بلند پایہ کتابوں نے ہمارے ذخیرہ کو مالا مال کیا۔ بعض قاچاری بادشاہ اور شہزادے خود شاعر اور مصنف تھے، چنانچہ فتح علی شاہ نے اپنے اشعار کا دیوان یادگار چھوڑا ہے۔ اور ناصر الدین شاہ نے قصیدے اور غزلیں لکھی ہیں۔ قاچاری شہزادے جیسے رضوان، سلطان، فرخ، فخر، قاچار وغیرہ نے شعر کہے ہیں۔ قصائد، غزلیں اور مثنویاں لکھی ہیں۔ نائب السلطنت عباس میرزا کے بیٹے فرہاد میرزا نے شعر کہنے کے سوا اپنے والد کی سوانح عمری بھی لکھی ہے۔ فرہاد میرزا انگریزی زبان سے بھی واقف تھا اس لیے اس نے انگریزی نصاب کی ایک کتاب بھی نظم کی ہے۔ اس کے سوا اس نے شیخ بہائی کی کتاب خلاصۃ الحساب کا فارسی میں ترجمہ کیا، اور علم جغرافیہ کی ایک کتاب "جام جم" کے نام سے لکھی ہے اور اس کتاب کے اکثر مطالب ایک انگریزی کتاب سے لیے ہیں۔ عباس میرزا کا بھائی محمود مرزا بھی اپنے زمانے کا مشہور ادیب اور مورخ گذرا ہے۔ مختصر یہ کہ قاچاری دور فارسی سبک، شعراء، علماء، ادباء اور تصانیف کی کثرت کے لحاظ سے ایرانی ادبیات کی ترقی کا دور کہا جا سکتا ہے۔

اس قاچاری دور میں ایران اور یورپ کے درمیان لسانی اور ادبی روابط کی ابتداء

ہوئی۔ اسی عہد سے فارسی زبان میں مغربی علوم، قصص اور ادبیات کے ترجمے شروع ہوئے جیسے داستانِ تلماک۔ اس کے سوا فارسی زبان میں انگریزی، روسی، فرانسیسی اور دوسری یورپی زبانوں کے الفاظ اور اصطلاحیں بھی داخل ہونے لگیں۔